

اقبال کا تصوّرِ تہذیب: ایک جائزہ

محمد افضال بٹ

طاہر عباس طیب

نگفتہ فردوس

Abstract:

Dr. Iqbal was a unique personality. The world, particularly the Muslims around the globe, benefitted a lot from his philosophical thought, knowledge and intellect as well as the novelty of his message. The universal tone and tenor of Iqbal's poetry and its revolutionary character captivated a large number of people. When Iqbal studied all the nations of the world, he found the Islamic civilization to be better than the rest. More than the merits of the western civilization, its demerits are reflected in his writings. These include artificiality and disingenuousness, reliance on intellect and reason, national, racial, religious, and more than any other, ethnic bias, distance from religion, freedom of thinking, atheism, nationalism, communism, secularism and dictatorship. After close analysis of various civilizations, he studied in detail their positive and negative aspects, and later presented this message in his writings. This was aimed at welfare of the Indian Muslims. That is why he opposed blind following of the other civilizations. He found Islam to be superior to all the religions and civilizations. The purpose of his poetry was to lay foundation of an independent Muslim society, with Ka'aba as its center. Such a society should have a strong faith in Allah and His prophet. Iqbal's philosophy and message teaches us the same.

عظیم شاعر محض اپنے عہد کے لیے نہیں ہوتا۔ وہ زمانے کا شاعر نہیں زمانوں کا شاعر ہوتا ہے۔ وہ ایسی صداقتوں کو بیان کرتا ہے جس کی اہمیت ہر دور میں برقرار رہتی ہے اور علامہ اقبال ایک ایسی ہی ہمہ جہت شخصیت

تھے۔ اقبال کی تحریروں میں اسلامی اور مغربی تہذیب کے علاوہ دیگر مذاہب اور قومیتوں کے تہذیب و تمدن کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن میں نے اس مضمون (آرٹیکل) میں صرف اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے حوالے سے اقبال کے تصورِ تہذیب کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

علامہ اقبال نے جس دور میں جنم لیا اس وقت ہر طرف مغربی حکمرانی کو مسلمانوں پر مسلط دیکھا۔ ان کا کلام مشرق و مغرب فہم اور فراست کا نقطہ اتصال ہے۔ مشرقی ادب میں وہ رومی اور غالب جیسے شعرا سے فیض حاصل کرتے ہیں تو مغربی فکر و فلسفہ میں برگساں اور گوٹے جیسی شخصیات سے متاثر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے نہ صرف اپنے عہد کو بلکہ مستقبل کو بھی اپنے افکار سے متاثر کیا ہے۔ ان کی مفکرانہ حیثیت میں بڑا تنوع ہے۔ آپ کی شاعری کا آفاقی لب لہجہ بہت سے لوگوں کے لیے باعثِ کشش ہے۔

"اقبال ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جب مشرق و مغرب میں زندگی اور اس کے مختلف شعبوں میں عجیب و غریب انقلاب رونما ہو رہا تھا۔ مشرق کی جہاں گیریاں جہاں ستائیاں ختم ہو چکی تھیں اور مغرب کی فتح مندیاں اپنا نقش قائم کر رہی تھیں اور ان کے قدم بقدم مشرق پر مغربی ذہن و فکر کی فتوحات کا سکہ بھی بیٹھ چکا تھا۔ اہل مشرق بالخصوص مسلمانوں کی آنکھیں مغربی افکار سے چندھیائی جا رہی تھیں۔ ہر سمت زوال اور پستی کا احساس تھا اور ذہنی مرعوبیت کی حد یہ تھی کہ ہر شعبہ

حیات میں مغرب کی تقلید ایک ضروری فریضہ بن گئی۔" (۱)

اس سے قبل کہ اقبال کے فلسفہ تہذیب کے بارے پر بات کی جائے لازم ہے ہم تہذیب کے تصور پر مختصر بات کر لیں۔ تہذیب کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ہر قوم اس میں اپنی ضروریات اور فراست کے مطابق تبدیلی کرتی رہتی ہے۔ تہذیب ہی وہ عمل ہے جس کی بدولت کسی معاشرے میں معاشی، مذہبی، سیاسی اور جغرافیائی حد بندیوں کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ تہذیب کیا ہوتی ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے تحریر کیا ہے:

"تہذیب کے عمومی معنی پاکیزہ، پسندیدہ اخلاق و آداب..... ان مادی چیزوں پر بھی تہذیب کا اطلاق ہوتا ہے جو انسان کے حسن ذوق اور حسن عمل سے وجود میں آتی ہیں مثلاً ہم مغلوں کے عہد کی عمارتوں، باغوں، تصویروں کو مغلیہ تہذیب کے آثار کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قوم کے اجتماعی ادارات اور اصول و قوانین بھی تہذیب کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ جیسے قدیم یونانیوں کا نظام ریاست اور نظام تعلیم یا قدیم رومیوں کا نظام قانون، ان قوموں کی تہذیب کے اہم عناصر سمجھے جاتے ہیں۔" (۲)

اقبال نے مشرق و مغرب کے علوم کے ساتھ اسلامی علوم بھی سیکھے۔ ان کی فکری اساس قرآن مجید اور

حدیث کی تعلیمات پر تھی۔ اُن کی زندگی کا اولین مقصد اسلام کی نشاۃ ثانیہ تھا۔ ان کے کلام میں مسلمانوں کی مغربی تہذیب سے مرعوبیت کو خودی کی موت کا سبب قرار دیا ہے۔ آپ نے مغرب کی کورانہ تقلید کی مخالفت کی۔ وہ مغربی تہذیب کی لادینیت سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ احیائے اسلام محض مذہب کے احیا سے ممکن نہیں اس کے ساتھ تمدن کا احیا بھی ضروری ہے۔

"مسلمانوں میں اصلاح تمدن کا سوال دراصل ایک مذہبی سوال ہے کیوں کہ اسلامی تمدن اصل

میں مذہب اسلام کی عملی صورت کا نام ہے اور اور ہماری تمدنی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اصول

مذہب سے جدا ہو سکتا ہو،۔" (۳)

شاعر مشرق نے مختلف تہذیبوں کو بڑے قریب سے دیکھا۔ اُن کے تصورِ تہذیب کا مرکز و محور مساوی انسانی حقوق ہیں، ایسی تہذیب جن کی برکات و ثمرات سے پوری نوع انسانی فیض یاب ہو اور انسانیت کے تقدس کو پامال نہ کیا جاسکے اسی کو انھوں نے اصل تہذیب کہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ برتر تہذیب کے عناصر ترکیبی کیا ہیں۔ وہ تہذیب کیسے افراد کو جنم دیتی ہیں۔ زندہ تہذیب رنگ، نسل، جغرافیائی حدود اور مادہ پرستی سے ماورا، نامعلوم سے معلوم کی طرف سرگرداں رہتی ہے۔ ایسی تہذیب سے وابستہ افراد کی سوچ و فکر اور شعور نہایت بلند ہوتا ہے۔ افراد اپنی بالغ نظر اور روشن خیال ہونے کی بدولت تسخیر کائنات کی تڑپ سے، نئے زمانے کی لگن، نئے صبح و شام، خودی اور خود آگاہی جیسی صفات کے مالک بن جاتے ہیں۔ اس ضمن میں نظیر کا خیال قابل ذکر ہے۔

"اقبال نے جس تہذیبی پس منظر میں آنکھ کھولی وہ تہذیبی پس منظر تین دھاروں سے بنا تھا۔ اس

میں ہندوستانیت کا عنصر، عجمیت کا عنصر اور مغربیت کا عنصر تھا۔ مغربیت کے عنصر کے زیر اثر اقبال

کے یہاں ہمیں کچھ نئے انداز کی فکر ملتی ہے آگے جب پڑھتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ اقبال کی

شاعری میں ایک تبدیلی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ یورپ سے واپس آتے ہیں۔ یورپ

کے دوران قیام انہوں نے یورپ کا بھی مطالعہ کیا اور واپسی میں کچھ مسلمان ممالک سے ہو کر

جب آئے تو مسلمانوں کی پس ماندگی اور مسائل کا بھی اندازہ ہوا، اس وقت نمایاں تبدیلی ہم یہ

دیکھتے ہیں کہ جس وطنیت کو قومیت کی بنیاد سمجھ کر وہ سمجھ کر وہ نظمیں لکھ رہے تھے اس کی خرابیاں اور

ہلاکت آفرینیاں ان پر واضح ہو گئی تھیں۔ اب وہ اس قومیت کے قائل نہیں رہے تھے۔ اب ان

کے ذہن میں یہ تصور ابھر رہا تھا کہ قومیت دراصل مذہب پر مبنی ہے۔ اس طرح گویا اقبال کی

شاعری کے پس منظر میں تدریجی ارتقاء کا احساس ہوتا ہے۔" (۴)

شاعر مشرق کے تہذیبی شعور نے جن معاشرے میں نمود پائی اس معاشرے کو دینا کا کثیر التہذیبی خطہ قرار

دیا جاتا ہے۔ اس خطے میں آریائی، ہندی، گندھارا، سندھی، عربی اور فارسی تہذیبوں کا مسکن رہا ہے۔ یہ شرف اسی خطے کو حاصل ہے کہ اس نے مغربی تہذیب اور دیگر بین الاقوامی تہذیبوں کے گہرے اثرات قبول کیے آپ نے ہمیں تہذیب کے عناصر ترکیبی اور اُن کے عروج و زوال کے اسباب پر ابتدا سے آخری پیغام تک کلام کی بدولت افراد اور تہذیب کی تقدیروں، برگزیدہ اور برتر طرز زندگی اور اعلیٰ تہذیب کے مقاصد اور اعمال کو روشناس کرایا ہے۔ وہ اسلامی اقدار اور مشرقی روایات کے مقابلے میں دوسری تہذیبوں کی اندھا دھند تقلید کو رد کرتے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ مغرب کی نقالی اور تقلید مسلمانوں کی زندگی تباہ کر رہی ہے اور مغربی معاشرے کی ترقی انسان دوستی کے بجائے مادیت پرستی کی مرہون منت ہے۔

"وہ ہر صاحب نظر کی طرح سرمایہ داری اور اشتراکیت کو مادیت ہی کی دو شکلیں سمجھتے ہیں جن سے ایک مشرقیت اور دوسری مغربی ہوتے ہوئے بھی مادیت اور محدود انسانیت کے نقطے پر مل جاتی ہیں۔ وہ جاید نامہ میں سید جمال الدین افغانی کی زبان سے کہتے ہیں کہ مغرب روحانی قدروں اور غیبی حقائق سے ہٹ کر روح کو معدے میں تلاش کر رہا ہے..... اخوتِ انسانی کی تعمیر مادی و معاشی مساوات پر ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے قلبی محبت، انسانی اقدار اور معنوی و روحانی بنیادوں کی ضرورت ہے۔" (۵)

اقبال اسلامی تہذیب کو ہی پوری کائنات کے لیے زندہ، روشن اور انسانیت نواز تہذیب قرار دیتے ہیں لیکن اب اس تہذیب سے وابستہ افراد نے ذاتی مفادات اور دنیاوی زندگی کو ہی زیادہ اہمیت دی اور وہ اپنے اصل مقام سے دور ہوتے گلیا ورجس طرح دوسری تہذیبوں کا وجود ناپید ہو گیا ہے شاید یہ بھی اسی روش کو اپنا چکی ہے۔ وہ امتِ مسلمہ پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے اندر احساسِ ذمہ داری آہستہ آہستہ رخصت ہو رہا ہے۔ علامہ اقبال کے سامنے قوم کی تعمیر نو کا اہم مسئلہ موجود تھا۔ اس غرض سیانہوں نے ایسے تمام عناصر کی کھوج لگانے کی کوشش کی جو ان کے نزدیک مسلمانوں کے قوائے حیات کے تعطل کا باعث بنے۔ انھوں نے لندن کے قیام کے دوران ۱۹۰۸ء کے ابتدائی حصے میں اسلامی تمدن پر چند لیکچر دیے اور جب وہ وطن واپس آ گئے تو انجمن حمایتِ اسلام کے جلسوں میں نظموں کے علاوہ انگریزی میں اس موضوع پر تقریریں بھی کیں۔ وہ ایک وسیع المطالعہ شاعر تھے۔ انھوں نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کا مطالعہ کر رکھا تھا۔ تاریخ اسلام کے ساتھ ساتھ تاریخِ عالم پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اسلام میں قومیت ایک نظریہ ہے، جس کی بنیاد علاقائی، جغرافیائی، لسانی تفریق پر نہیں۔ سر سید احمد خان کی وفات کے بعد بالخصوص علم و ثقافت کے میدان میں اقبال ہی تھے، جنھوں نے ایک خیال افروز قیادت فراہم کی۔ انھوں نے ترقی یافتہ مغربی معاشرے کو قریب سے دیکھا تھا۔ جس سے انھیں اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب و تمدن میں واضح تضاد اور حد درجہ مغایرت نظر آئی۔ وہ اس نئی تہذیب کے اثر سے محفوظ رہے۔

بقول ڈاکٹر رشید امجد:

"اقبال کی شاعری کے تہذیبی پس منظر کے بنیادی ڈانڈے جہاں سے ملتے ہیں وہ برصغیر کا مسلم تہذیبی منطقہ ہے۔ تہذیب کی مختلف پرتیں ہیں اور لوگوں نے ان کی مختلف پرتوں کو موضوع بنایا ہے۔ اقبال کا موضوع تہذیب کا فکری ڈھانچہ تھا اس کو تریس کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتے ہیں..... وہ یورپ گئے اور وہاں ان کے خیالات میں تبدیلی آئی۔ انہوں نے وہاں محسوس کیا کہ وطنیت اور قومیت کے تصورات میں جو لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے اور پھر جمال الدین افغانی کے حوالے سے جو تصور آیا، اس سے ان کا بنیادی تصور پھیل کر اسلام کے اسی دور کی طرف چلا جاتا ہے جسے وہ اسلام کی روح سمجھتے ہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا دور۔ وہ وہاں تک آتے ہیں کہ تہذیب کا جو تصور اسی زمانے میں تھا اور جس کے لئے علامہ نے صحرائی کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی طرف ان کا سفر جاری رہتا ہے۔ اسلام کے اس تصور کو اپنانے کے بعد ان کا اگلا تصور ہے ایک عالم گیر انسانی تہذیب کا خواب۔ اسلام کے صحرائی تصور کا اختتام اس تہذیب پر ہوتا ہے جو بالآخر یورپی دینا پر چھا جاتی ہے اور جہاں مساوات فکری آہنگی اور انسان کی برابری کا خواب مکمل ہوتا ہے۔" (۶)

اقبال کا تعلق ایک دین دار گھرانے سے تھا۔ ان کے والدین نے ان کی پرورش اسلام کے عین مطابق کی۔ میر حسن کی دینی تعلیم نیکمال کام کیا۔ اعلیٰ تعلیم یورپ سے حاصل کی، یورپ میں دیگر فلسفوں سے بھی استفادہ کرتیر ہے، اس کے باوجود انھیں فرنگی کی دانش گاہ متاثر کرنے سے قاصر رہی کیوں کہ ان کی آنکھ مدینہ منورہ کی سر زمین کی مقدس خاک پر مرکوز تھی۔ وہ مغرب کی عیاریوں اور مکاریوں کو جان چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جمہوریت اور سرمایہ داری نظام نئی تہذیب کی ایک چال ہے جو نسل، کلیسا، قومیت اور سلطنت کو استعمال کر کے اپنے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ انھیں یقین ہے کہ فطرت سے بغاوت کی وجہ سے مغربی تہذیب آپ ہی خودکشی کرے گی۔ اقبال نے جب مغربی تہذیب و تمدن کو بنظر غائر دیکھا تو جہاں اس کے محاسن نظر آئے وہاں اس کے معائب بھی یکے بعد دیگرے ان پر آشکار ہونے لگے۔ چوں کہ معائب محاسن پر غالب تھے اور شرخیر پر حاوی تھا لہذا ان کے کلام میں مغربی تہذیب کے محاسن سے زیادہ اس کے معائب ہی جھلکتے ہیں۔ ان معائب میں تکلف و تصنع، عقل و خرد پر مکمل انحصار، قومی، نسلی، مذہبی اور لسانی تعصب، مذہب سے دوری، آزادی افکار، دہریت، وطنیت و قومیت پرستی، اشتراکیت، سرمایہ داری، آمریت، مغربی جمہوریت وغیرہ شامل ہیں۔ ان مسائل کی وجہ سے اقبال نے مغربی تہذیب و تمدن اور سیاست کے خلاف مسلسل جدوجہد کا آغاز کیا۔

"حیاتِ اقبال کے اولین دور میں صرف سیاسی مطلع پر ہی گھن گرج کے آثار ہی نہیں تھے بلکہ فکری افق پر بھی مختلف نظریات آپس میں متصادم تھے۔ انگریزی علوم کے فروغ اور مشنریوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے مذہب کو خطرہ درپیش تھا چنانچہ اس دور میں دو طرح کی تحریکیں کو فروغ ملا۔ اولاً قدیم نظریات کے مطابق تحفظِ مذہب کی تحریکیں اور ثانیاً "نئے علوم کی روشنی میں مذہب کی نئی توضیح پیش کرنے کی تحریکیں۔" (۷)

اقبال نے مغرب کے تہذیبی و سیاسی ہتھکنڈوں کے خلاف جدوجہد کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ملتِ اسلامیہ اور خاص طور پر ہند کے مسلمانوں کو مغرب کی جامد و فاسد روایات سے کاٹ کر اسلام کی سنہری روایاتِ صالحہ سے مربوط کیا جائے۔ اس کے لیے مسلمانوں کے درخشاں ماضی کے آئینے میں ان کے آبا کے کارہائے نمایاں کا عکس دکھایا گیا۔ علامہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے نوجوانوں کو عرفاںِ نفس اور شعورِ ذات کا درس دیا جائے، خودی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ نوجوانوں کو علم کے حصول کے ساتھ ساتھ جہدِ مسلسل اور اسلام سے وابستگی کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی خاص نظمیں خطابِ بہ نوجوانانِ اسلام، "جاوید کے نام اور عبدالقادر کے نام شامل ہیں۔" شیخ عبدالقادر کے نام "نظم بظاہر تو فردِ واحد کے لیے لکھی گئی لیکن فی الحقیقت شیخ عبدالقادر کی معرفت نوجوانوں کو نصیحت کی گئی ہے۔ اقبال نوجوان نسل کو قرآن سے جوڑنا چاہتے تھے کیوں کہ اسی سے استحکامِ خودی اور دین و دنیا کی کامیابی حاصل ہوگی۔ اقبال کا شاہین بھی دراصل مسلمان نوجوان کے لیے استعارہ ہے۔ اقبال کے دل میں مسلمان نوجوانوں کے لیے ایک خاص تڑپ تھی۔ وہ انھیں باعمل دیکھنا چاہتے تھے۔

اقبال بطور استاد بھی اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ اس لیے وہ نوجوان طلباء کی بہتر مستقبل کے لیے فکر مند رہتے۔ علامہ جدید تعلیم کی خوبیوں خامیوں پر اپنے تجربات و مشاہدات کے حوالے سے شاعری میں اظہارِ خیال کرتے رہے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کو صرف مغربی تعلیم سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ کسی صاحبِ نظر سے فیض یاب ہونا ضروری ہے۔ مغربی تعلیم مادیت، عقل پرستی اور لادینیت کا درس دیتی ہے۔ مذہب اور حکومت کو الگ کرنے سے خرابیاں پیدا ہوں گی، نئی نسل دہریت کا شکار ہوگی۔ علامہ اقبال کی تمام تر امیدیں نوجوان مسلمانوں کے ساتھ وابستہ تھیں، جو ذوقِ عمل سے مالا مال تھے۔ بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:

"اکیسویں صدی کے آغاز میں جب متمدن اور ترقی یافتہ مغرب، اقبال کے الفاظ میں اک قمارخانہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے..... اقبال کی شاعری میں اس نوجوان کی قوتِ عمل کے لیے ایک مہمیز ہے۔ اقبال دورِ حاضر کے مسلم نوجوانوں کو تسکینِ قلب کے لیے منفی زاویوں دین

فطرت کا وہ صراطِ مستقیم دکھاتا ہے جو اسلامی انقلاب کی شاہراہ ہے۔" (۸)

جدید تعلیم انسان کو معاش کا لالچ دے کر روح، ذہن اور خودی سب کچھ لے لیتی ہے۔ اقبال کے نزدیک

ایسی تعلیم سہم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا علم احرار کے لیے زہر ہے جس کا حاصل صرف معمولی سا دنیاوی فائدہ ہو۔ وہ نئی نسل کو اپنی تاریخ کے اوراق میں اپنی تہذیب و ثقافت سے جڑت قائم رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے روشن ماضی کی مثالیں غلامی میں پھنسے مسلمانوں کے لیے روشنی کا سرچشمہ ہیں۔ ان کے کلام میں آفاقیت، ہمہ گیریت جیسے عناصر ملتے ہیں۔ اقبال کی شاعری میں وسعت اور گہرائی ہے۔ اس کا پیغام کسی خاص ملکیت و ملت کے لیے نہیں، دنیا کے ہر گوشے میں بسنے والا انسان کے لیے ہے اور نوع انسانی کی رہنمائی اور ترقی جانی کرتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں ہی یہ خوبی ہے کہ افراد اور معاشرے کے درمیان احترام انسانیت کا جذبہ پیدا کر سکتی ہے۔

"اقبال نے جس انداز سے انسانی عظمت و احترام کے راگ کو الاپا، وہ ان کی انفرادیت کا مظہر ہے اور مسلک و مشرب کا شخص احترام انسانیت کے بارے میں اقبال کی لے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" (۹)

اقبال نے مشرق و مغرب کا ادب، فلسفہ، مذہب، سماج، معیشت اور انسان کو درپیش مسائل کو سمجھتے ہوئے اپنا فلسفہ تہذیب پیش کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جدید تہذیب کی بنیاد محض کھوکھلے، مصنوعی اور سراب پر مبنی ہے۔ اس تہذیب کے عارضی عروج سے خوف زدہ ہو کر مسلمانوں کو اسلامی تہذیب سے دوری اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ آپ نے مسلم تہذیب کو ایک برگزیدہ، جہاں گیر، برتر اور تاریخ ساز تہذیب کے طور پر اپنی تخلیقات میں پیش کیا۔ آپ نے ایک خاص طرز زندگی کا پیغام دیا ہے اور انفرادی و اجتماعی طور پر اعلیٰ اخلاقی اقدار کو یوں پیش کیا کہ وہ زندگی کی دیگر اقدار اور روایات سے باہم پیوستہ رہتی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی تحریر قابل غور ہے:

"اسلام کی نسبت اقبال کے افکار حکیمانہ ہیں۔ انگریزی خطبات میں بھی اور اشعار میں بھی جا بجا زاویہ نگاہ ملتا ہے کہ اسلام ماہیت حیات و کائنات کے عرفان اور اس کے مطابق زندگی کے رجحان اور میلان کا نام ہے۔ جس طرح طبیعیات کے قوانین بلا امتیاز مذہب و ملت سب پر مساوی عمل کرتے ہیں، اسی طرح اخلاقیات اور روحانیت کے آئین بھی عالم گیر ہیں۔ اسلام کسی ایک قبیلے، کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک کا مذہب نہیں، ریاضیات کی طرح اس کی صداقتیں بھی کائنات کے ہر شعبے پر حاوی ہیں" (۱۰)

اقبال کی شاعری میں صرف اسلامی اور مغربی تہذیبوں کا ہی تضاد نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب پر بھی خیالات ملتے ہیں۔ اقبال نے ابتدائی دور میں دوستوں کے اصرار پر جن مشاعروں میں حصہ لیا ان میں داد دینے والوں میں ہندو، مسلم، سکھ، پارسی اور دوسرے مذہبوں کے لوگ بھی شامل ہوتے تھے۔ اقبال کا "ترانہ ہندی" ہندوؤں میں خوب مقبول ہوا۔ یہ ترانہ سب سے پہلے پنڈت دیانرائن گم کے رسالہ "زمانہ" (کانپور) میں شائع ہوا۔ اقبال کی

چاہنے والوں میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب اور مختلف تہذیب و تمدن کے لوگ شامل تھے۔ مسز سرجنی نائیڈو جیسی شاعرہ بھی اقبال کی شاعری کی قدردان تھی۔

کلام اقبال میں ہندوؤں کے بارے میں ہمیشہ فراغ دلانہ رویہ رہا۔ اقبال اور پنڈت جواہر لعل نہرو کا بھی تعلق رہتا۔ جواہر لعل نہرو اور اقبال کے خاندان کا تعلق کشمیر کے علاقے سے تھا۔ اقبال کے سر جو گندر سنگھ اور امر اؤ سنگھ شیرگل سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ اقبال کے دل میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے لیے کوئی نفرت نہ تھی سرکشن پرت کے ساتھ اقبال کے بہت گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اقبال سے تعصب رکھنے والے غیر مسلم لوگ بھی تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے کبھی دل میں اپنے مخالفین کے لیے کوئی تنگی یا تعصب محسوس نہ کیا۔ وہ تو بنی نوع انسانیت کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ اس کی سوچ جو وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ گہرے تفکر اور مشرقی و مغربی فلسفہ کی خوش چینی کا سبب بھی ہے، لیکن یہ امر اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے کہ وہ اپنا قبلہ درست رکھتے ہیں اور اسلامی تہذیب کو اپنی فکری اساس بناتے ہیں۔ بقول عزیز احمد :

اقبال نے اسلامی اخلاقیات سے انہیں (اسلامی) اقدار کو چنے کی کوشش کی ہے، اگرچہ وہ اسلام کا نام بار بار لیتے ہیں لیکن دراصل یہ اخلاقی اقدار تمام بڑے مذہبوں اور ہر اخلاقی فلسفے میں مشترک ہیں۔" (۱۱)

اقبال نے اپنی شاعری کا خمیر قرآن وحدیث سے حاصل کیا۔ ان کے فکری امور کی تفہیم اور تخلیقی اوصاف سے واقفیت کے لیے قرآن پاک سے منسلک ہونا لازمی ہے ورنہ اقبال کے فکری تصورات اور تخیلات تک رسائی ناممکن ہے۔ ان کا کلام خیال آرائی پر مبنی نہیں بلکہ وہ ایک واضح نصب العین ہے کی نشان دہی کرتا ہے۔

"اقبال نے عالم انسانیت کی تشکیل جدید کا ایک نہایت وسیع اور روزنی نصب العین بھی اختیار کر لیا اور اپنی شاعری کو اس کی تعمیل کا ایک وسیلہ قرار دیا۔ پھر اپنے وقت کے دھاروں کے برخلاف، انھوں نے اسلام جیسے انتہائی مرکب اور جامع نظریہ حیات و کائنات کو اپنا نصب العین بنایا۔ اس طرح ایک طرف اسلامی نظام زندگی کا احیاء اور دوسری طرف اس احیاء کے ذریعے انسانیت کی تشکیل جدید، تفکر کی دوہری مشقت اقبال کے ذہن پر پڑی" (۱۲)

اقبال کی دور بین نگاہ مغربی تہذیب کی شکست و ریخت دیکھ رہی تھی۔ اسی لیے انھوں مسلمانوں کو اس کے نقائص اور کمزوریوں سے آگاہ کیا اور انھیں باور کرایا کہ مغربی تہذیب اپنے ہاتھوں سے اپنی تباہی کے سامان پیدا کر رہی ہے۔ جب کہ تہذیب کا درست تصور وہی ہے جو اسلام سے ہمیں ملا ہے۔ اسلامی تہذیب کے سوال کا جواب اقبال کی شاعری اور دیگر تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب کا مرکز و محور کلمہ توحید ہے۔ اللہ وحدہ لا شریک کی قدرت میں کل کائنات ہے۔ وہی ذات اسی نظام کو کامیابی سے چلا رہی ہے۔ اقبال کا مردِ مومن تصور توحید کی اصل

حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔ اس کے دل میں اپنے رب کے خوف کے سوا کسی دوسری ذات کا خوف نہیں ہوتا۔ انسان تو اپنے رب کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا۔ اسلام صرف عبادات کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ تلاشِ حکمت کو خیر کثیر کر دانتا ہے۔

اسلام نے کبھی بھی علم کو کم تر نہیں سمجھا۔ اس مذہب میں عالم گیر بھائی چارے کی بنیاد ڈالی۔ لسانی، نسلی، علاقائی اور جغرافیائی امتیازات کو انسانی وحدت میں بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے۔ اقبال نے بھی اپنی فکر میں اسلام کے اصولوں کو بنیادی حیثیت دی۔ ہندو سماج میں ذات پات کی تفریق کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اس کے برعکس اسلام تقویٰ کے سوا تمام تفرقات کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔

اقبال نے مختلف تہذیبوں کا بغور جائزہ لیا۔ ان کے منفی اور مثبت پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اقبال کے قریبی ساتھی تھے۔ وہ اقبال کے فلسفہ کو بہتر جانتے تھے۔ بقول خلیفہ عبدالحکیم: نطشے، برگساں اور ولیم جیمز کے نظریاتِ ماہیت وجود بہت کچھ وہی ہیں جو اقبال کی تعلیم میں بھی ملتے ہیں۔

"اس سے بعض نقادوں نے یہ بھی نتیجہ نکالا کہ اقبال ان کا مقلد تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اقبال نے ان مفکرین سے بہت کچھ حاصل کیا لیکن یہ اقبال کے کمال پر کوئی دھبا نہیں۔ اقبال ان سب سے کسی ایک پہلو میں متفق ہے تو کسی دوسرے اساسی پہلو میں شدید اختلاف رائے بھی رکھتا ہے۔ اقبال کا ایک مخصوص اندازِ فکر اور نظریہ حیات تھا۔ اس نخل کی پرورش اس نے مختلف عناصر سے کی۔ ان میں سے کچھ عناصر خاص قرآنی تعلیم کے ہیں، کچھ رومی صوفیانہ تاویل اور روحانی تجربے کے، کچھ مغرب کے ان مفکرین کے افکار کے، جن کا اقبال ہم نوا ہے یا جو اقبال کے ہم عصر ہیں۔" (۱۳)

ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:

"علامہ نے اپنی نظم و نثر میں فرنگ پر جو تنقید کی ہے اس کے محرکات و اسباب کو سمجھنے میں مختلف قارئین و مصنفین نے اپنے اپنے میلانات کے زیر اثر مختلف خیالات ظاہر کیے ہیں۔ اہل مغرب کا ردِ عمل بالعموم جھنجھلاہٹ کا ہے۔ قدرتی طور سے ان میں اکثر اقبال کی تنقید مغرب کو غیر منصفانہ خیال کرتے ہیں۔ مثلاً ڈکشن نے اسرارِ خودی، پر جو تنقید کی ہے اس میں خاصی برہمی پائی جاتی ہے۔ برصغیر کے تعلیم یافتہ طبقے میں ہندوؤں کے ایک خاص گروہ کا لہجہ شکایتی ہے۔" (۱۴)

اقبال کے احساسات ایک پرجوش مسلمان کے احساسات ہیں۔ اسلام کے تعلق سے وہ ایسی اسلامی حکومت بنانا چاہتے تھے جس میں مسلمانوں کے لیے قومیت اور وطنیت کی رکاوٹیں حائل نہ ہو سکیں۔ ان کی شاعری

میں ایک ایسے مسلم معاشرے کا قیام تھا جس کا مرکز کعبہ ہو اور جس کا توحید و رسالت پر پختہ ایمان ہو۔ ان کی اسلامی تاریخ اور برصغیر کی مسلمانوں کے ماضی پر بھی گہری نظر تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ مسلمان ایک شان دار علمی ورثے کے مالک ہیں مگر وہ پریشان ہیں کہ اب مسلمان اپنے اس عظیم سرمائے سے محروم ہو گئے ہیں جیسے اپنا کر مغرب نے بنیادیں استوار کیں، اسی لیے انھوں نے اسلامی تہذیب کو ہی مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل قرار دیا۔ آپ نے اپنی تخلیقات کی بدولت مسلم قومیت اور ملی تشخص کو اجاگر کیا، جس سے مسلمانوں میں خودی خوداری اور غیرت و حمیت کے جذبات کو فروغ ملا۔ ان کی تربیت میں ایک طرف تو سائنسی مادیت اور مشینی دور کے شعور کا براہ راست عمل دخل تھا تو دوسری طرف وہ مسلمانوں کی غلامی سے پریشان تھے۔ وہ مغرب کی سائنسی ترقی کو سراہتے تھے لیکن اس کی تقلید سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ان کے افکار و خیالات میں آفاقیت ہے اور کلام میں مشرقی اور مغربی شاعری کا خوب صورت امتزاج ہے۔ ڈاکٹر عبدالغنی کے مطابق

"ان کی شاعری مشرقی و مغرب کی شاعرانہ روایت کے مواد کا بہترین خلاصہ ہے، ایسا آفاقی جوہر ظاہر ہے کہ بڑے فنی اجتہاد کا نتیجہ اور ایک تجدیدی کارنامہ ہے..... عالمی شاعری کے تجربات و روایات کو اپنے فن میں سمو کر اقبال نے عصر حاضر میں عظیم شاعری کا ایک کارنامہ انجام دیا جو ڈانٹے، شکسپیر، گوئے، حافظ، رومی، فردوسی، بیدل اور غالب کے اکتسابات و کمالات پر ایک وقیع اضافہ ہے۔" (۱۵)

الغرض علامہ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا تصور دیا تھا۔ وہ تھے کہ مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل صرف الگ اسلامی ریاست میں ممکن ہے۔ ہندو ایک متعصب قوم ہے وہ کبھی مسلمانوں کی بھلائی نہیں چاہیں گے۔ انھیں جب بھی موقع ملا وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے۔ اسی خیال کے پیش نظر مسلم ریاست کا تصور پیش کیا گیا۔ اقبال دیگر قوموں کی اندھی تقلید کی مخالفت کرتے تھے۔ انھوں نے چند بڑے غیر مسلم فلسفیوں اور مفکرین کو گہرائی سے پڑھا اور اسلامی تہذیب کو تمام تہذیبوں سے افضل پایا۔

حواشی:

- ۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ولی سے اقبال تک، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص: ۲۶۳
- ۲۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، پاکستانی تہذیب کے خدوخال فکر اقبال کی روشنی میں، مشمولہ اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان) اسلام آباد، جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۱۱ نومبر ۲۰۱۸ء، ص: ۵
- ۳۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، مقالات جاوید، مرتبین، محمد سہیل عمر، طاہر حمید تنولی، (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۱ء)، ص: ۵۳

- ۴۔ مباحثہ فتح محمد ملک، نظیر صدیقی، رشید امجد " اقبال کی شاعری کا تہذیبی پس منظر " مشمولہ پاکستانی ادب (جلد اول) مرتبین، رشید امجد، فاروق احمد، ایف جی سرسید کالج راولپنڈی، جنوری ۱۹۸۱ء، ص: ۲۲۵
- ۵۔ ابوالحسن ندوی، سید، نفوسِ اقبال، مترجم، مولوی شمس تبریز خان، (کراچی: مجلسِ نشریات اسلامیہ، ۱۹۹۳ء)، ص: ۷۸
- ۶۔ مباحثہ فتح محمد ملک، نظیر صدیقی، رشید امجد " اقبال کی شاعری کا تہذیبی پس منظر " مشمولہ پاکستانی ادب (جلد اول) مرتبین، رشید امجد، فاروق احمد، ایف جی سرسید کالج راولپنڈی، جنوری ۱۹۸۱ء، ص: ۲۲۶-۲۲۷
- ۷۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، (کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۹۹ء)، ص: ۳۹۴
- ۸۔ مضمون " جوانانِ ملت " از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، مشمولہ، دائرہ معارفِ اقبال، جلد دوم، شعبہ اقبالیات پنجاب یونیورسٹی، لاہور، اگست ۲۰۱۰ء، ص: ۱۰۴
- ۹۔ محمد ریاض قدیر، ڈاکٹر، اقبال اور احترامِ انسانیت (لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص: ۹
- ۱۰۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۸ء)، ص: ۱۴۲
- ۱۱۔ عزیز احمد، اقبال --- نئی تشکیل، (لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۷۳ء)، ص: ۱۲۴
- ۱۲۔ عبدالغنی، ڈاکٹر، عالمی ادب میں اقبال کا مقام، مشمولہ اقبالیات کے سو سال، (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۲ء)، ص: ۲۶۳-۲۶۴
- ۱۳۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، مقالاتِ حکیم، جلد دوم، اقبالیات، مرتب شاہد حسین رزاقی، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۹ء)، ص: ۱۲۲-۱۲۱
- ۱۴۔ عبداللہ، ڈاکٹر، سید، اعجازِ اقبال، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ص: ۲۸۶
- ۱۵۔ عبدالغنی، ڈاکٹر، اقبال کا نظامِ فن، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۶ء)، ص: ۱۳